باب چہارم

آغازِ وحی اور اولین ایمان لانے والے

باب چہارم

آغازِ وحی اور اوّلین ایمان لانے والے

سیّدنا محمد ﷺ کی عمر جب ۴۰ برس ہونے کو آئی تو آپؐ خاصے تنہائی پسند اور غور و فکر میں مشغول رہنے لگے، یہ آپؐ کی ایک ایسی ہستی کی عبادت تھی جس سے کامل آگہی تو نہ تھی مگر یقین رکھتے تھے کہ آپؐ کی قوم جن بتوں کو پوجتی ہے وہ ہرگز نہ کسی چیز کے خالق ہیں اور نہ ہی وہ کوئی نفع نقصان پہنچا سکتے اور نہ کسی کی فریاد سن سکتے ہیں، وہ تو محض انسانوں کے ہاتھوں بنائی ہوئی بے جان مورتیاں ہیں۔ آپؐ کا غور و فکر خالقِ حقیقی کی معرفت کے بارے میں تھا۔اس غور و فکر کو تحنث یا تعبد سے تعبیر کیا ہے۔ آپؐ کئی کئی شب و روز غار حرا میں رہ کر عبادت کرنے لگے (اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تَحَنُّث کا لفظ استعمال کیا ہے جس کی تشریح امام زہری نے تعبد سے کی ہے۔یہ کسی طرح کی عبادت تھی جو آپؐ کرتے تھے، کیوں کہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کو عبادت کا طریقہ نہیں بتایا گیا تھا) آپؐ کھانے پینے کا سامان گھر سے لے جا کر وہاں چند روز گزارتے، پھر اپنی زوجہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آتے اور وہ مزید چند روز کے لیے سامان آپؐ کو مہیا کر دیتی تھیں۔ایسا بھی ہوتا کہ سیدہ خدیجہؓ خود سامانِ خورد و نوش لے کر آپ کی تلاش میں یہاں آتیں، اس علاقے میں متعدد غار تھے، غارِ حرا اُن میں سے ایک تھا سیدہ خدیجہؓ کو بعض اوقات تلاش میں دقت پیش آتی کہ نہ جانے آپ کس غار میں مصروفِ عبادت ہیں۔

آثارِ آغازِ نبوت ﷺ: ۸ ربیع الاول کو یعنی چالیسویں تاریخ پیدائش سے ایک دن قبل مطابق ۹ فروری ۶۱۰ء جب آپؐ کی عمر مبارک پورے چالیس برس ہو رہی تھی، آپؐ نے غارِ حرا سے گھر کی طرف واپسی کے دوران آسمان میں ایک عظیم ہستی کو دیکھا، جس نے پکار کر آپؐ سے کہا کہ میں جبریل ہوں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں[29]۔ یہ گویا آپ کو نبوت کی پہلی بشارت ملی، اس کے بعد مسلسل چھ ماہ تک آپؐ کو اچھے خواب نظر آتے رہے بالکل اس طرح جیسے آپؐ دن میں جاگتے

---

۲۹ صلاح الدین کاشمیری، مطالعہ سیرت پیغمبرِ انقلاب، جلد اوّل ص ۴۹ اور نعیم صدیقی، محسنِ انسانیت ص ۶۴۰

ہوئے کچھ دیکھ رہے ہوں اور پھر دن میں یہ خواب سچ ثابت ہوتے، یہ چھ ماہ آپؐ نے زیادہ تر غار ہی میں تعبد و تحنث میں گزارے۔ اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے کہ خود آپؐ نے اس سے کیا مطلب اخذ کیا اور آپؐ کیا سمجھ پائے، احادیث و روایات اس مضمون سے خالی ہیں تاہم آپؐ کو ایک انداز سے وحی اخذ کرنے اور ایک بڑے کام کے لیے تیار ہونے کا موقع ملا۔ ۹ ربیع الاول سے ۹ رمضان تک چھ ماہ اور پھر گیارہ دن مزید یعنی رمضان کی ۲۱ویں شب کو (۱۶ اگست ۶۱۰ عیسوی) آثارِ آغازِ نبوت ﷺ کے اظہار کے چھ ماہ گیارہ دن بعد (یعنی قمری اعتبار سے ۱۸۹ دن بعد؛ ۹ فروری ۶۱۰ء سے ۱۶ اگست ۶۱۰ء کے درمیان بھی ٹھیک ۱۸۹ دنوں کا فرق ہے) وہ گھڑی آگئی جب آپؐ پر قرآن کی پہلی وحی آنی مقدّر تھی۔

پہلی وحی کے ذریعے قرآن کے نزول کا آغاز:

سچے خوابوں کے ذریعے آثارِ آغازِ نبوت ﷺ کے اِن چھ ماہ میں تو آپؐ تعبّد کی طرف ویسے ہی زیادہ مایل تھے، مگر پہلے ہی سے گذشتہ کئی برسوں سے آپؐ کا یہ معمول تھا کہ رمضان کا آخری عشرہ غارِ حرا میں اعتکاف فرماتے۔ اُس وقت یہ اعتکاف اُس طرح کا نہ تھا جس طرح آج کل یہ منضبط اصولوں کے مطابق ہوتا ہے۔ آپؐ کے پاس کھانا وغیرہ ختم ہو جاتا تو آپؐ گھر تشریف لے جاتے اور توشہ لے کر پھر آ جاتے۔ اعتکاف کی پہلی ہی شب یعنی ۲۱ رمضان المبارک کو شب میں اوّل وقت آپؐ نے حالتِ خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے ریشمی کپڑے پر آپؐ کو ایک تحریر پیش کی اور پڑھنے کے لیے کہا آپؐ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اور پھر اُس شخص نے وہ تحریر آپؐ کو پڑھوا دی۔ آپ بیدار ہو گئے اور جس طرح آپؐ کے خواب سچ ہوتے تھے اسی طرح یہ خواب بھی سچ ہوا اور جبریل امین رات کے کسی آخری حصے میں تشریف لے آئے، آپؐ اس فرشتے کو پہچانتے نہ تھے جو دراصل روح الامین (جبریل امین علیہ السلام کا لقب مبارک) تھے۔ فرشتے نے آکر آپؐ سے کہا "پڑھو" اس کے بعد ام المؤمنین عائشہؓ، رسول اللہ ﷺ کا قول نقل کرتی ہیں کہ میں نے کہا "میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں"۔ اس پر فرشتے نے مجھے پکڑ کر بھینچا یہاں تک کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو۔ میں نے کہا "میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں"۔ اس نے دوبارہ مجھے بھینچا اور میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو۔ میں

نے پھر کہا"میں توپڑھاہوانہیں ہوں"۔اس نے تیسری مرتبہ مجھے بھینچا یہاں تک کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ (پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا) یہاں تک کہ مالم یعلم (جسے وہ نہ جانتا تھا) تک پہنچ گیا۔

۱: سُوۡرَةُ الۡعَلَق [۹۶—۳۰:عمّ]

[نزولی اعتبار سے پہلی، مصحف میں ۹۶ویں نمبر پر، ۳۰ ویں پارے عمّ میں درج
سُوۡرَةُ الۡعَلَق کی پہلی پانچ آیات پہلے سالِ نبوت کے رمضان میں نازل ہوئیں]

امت کا تقریباً اتفاق ہے کہ سُوۡرَةُ الۡعَلَق کی یہ پہلی پانچ آیات ہیں جو نبی ﷺ پر پہلی وحی میں نازل ہوئیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَۚ ۝١

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍۚ ۝٢

اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُۙ ۝٣

الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِۙ ۝٤

عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡؕ ۝٥

اِن کا اردو مفہوم یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ :

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اے نبی بسم اللہ کہہ کر پڑھو

اُس اللہ کے نام سے جو

رحمِ مادر میں انسان کی تخلیق کی ابتدا جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے کرتا ہے۔

پڑھو، اور جان لو کہ تمھارا رب بڑا کریم ہے

جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا

انسان کو جب جتنی ضرورت ہوئی اُتنا علم دے دیا جسے وہ ہرگز نہ جانتا تھا

مختلف روایات سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہی موقع تھا (واللہ اعلم) کہ اس کے بعد جبریل امین

آپؐ کے ہم راہ غار سے باہر تشریف لائے اور کسی مقام پر اپنے پیر یا پر سے ضرب لگائی جس سے پانی نکل کر جمع ہو گیا جس سے جبریل علیہ السلام نے آپؐ کو وضو کرنے کی تعلیم دی اور پھر آپؐ کو نماز ادا کرنا [جسے اردو میں عام طور پڑھنا کہا جاتا ہے] سکھائی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کی اقتدا میں دو رکعت نماز ادا کی جس میں غالباً سُوْرَةُ الْفَاتِحَة بھی تلاوت کی اگر ایسا ہی ہے تو سُوْرَةُ الْعَلَق کے بعد نازل ہونے والی سورۃ یہی سُوْرَةُ الْفَاتِحَة ہے، بصورت دیگر یہ ممکن ہے کہ قرآن مجید کی سورۃ کی حیثیت سے یہ کبھی دوبارہ بعد میں آپؐ کے قلبِ مبارک پر نازل ہوئی ہو۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قبولِ اسلام، ایمان لانے والی پہلی شخصیت

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانپتے ہوئے وہاں سے گھر کی جانب پلٹے، یہ طلوعِ آفتاب کے بعد کی یعنی ۲۱ رمضان المبارک کی بات ہے۔ اپنی بیوی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ کر خوف کے عالم میں کہا "مجھے اُڑھاؤ، مجھے اُڑھاؤ" چنانچہ آپؐ کو اُڑھا دیا گیا۔ جب آپؐ پر سے خوف کی کیفیت دور ہو گئی تو آپؐ نے فرمایا "اے خدیجہ، یہ مجھے کیا ہو گیا ہے"۔ پھر سارا قصہ آپؐ نے ان کو سنایا اور کہا "مجھے اپنی جان کا ڈر ہے" انھوں نے کہا "ہر گز نہیں، آپؐ خوش ہو جائیے۔ اللہ کی قسم، آپؐ کو اللہ کبھی رسوا نہ کرے گا کیوں کہ آپؐ :

- رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں،
- سچ بولتے ہیں (ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ امانتیں ادا کرتے ہیں)،
- بے سہارا لوگوں کا بار برداشت کرتے ہیں،
- نادار لوگوں کو کما کر دیتے ہیں،
- مہمان نوازی کرتے ہیں اور
- نیک کاموں میں مدد کرتے ہیں"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی فردِ انسانی کی جانب سے یہ پہلی تصدیق تھی، یہ تصدیق سوسائٹی کی ایک نام وَر، معزز شخصیت اور مال دار خاتون کی جانب سے تھی یہ ان معنوں میں تھی کہ آپؐ ایک اعلیٰ معیار کی سچی اور نیک شخصیت کے حامل ہیں۔ تاہم معاملے کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے انھوں نے چاہا کہ کسی صاحبِ علم سے اس کی حقیقت دریافت کریں، اس کام کے لیے خاتونؓ کے ذہن میں فطری طور پر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفلؓ کا خیال آیا۔

ورقہ بن نوفل کی جانب سے تصدیقِ رسالت

پھر وہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ساتھ لے کر ورقہؓ بن نوفل کے پاس گئیں جو اُن کے چچازاد بھائی تھے، زمانۂ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے، عربی اور عبرانی میں انجیل لکھتے تھے، بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ سیّدہ خدیجہؓ نے اُن سے کہا بھائی جان، ذرا اپنے بھتیجے کا قصہ سنیے۔ ورقہ بن نوفلؓ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کہا بھتیجے تم کو کیا نظر آیا؟ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جو کچھ دیکھا تھا وہ بیان کیا۔ ورقہ بن نوفلؓ نے کہا: "یہ وہی ناموس (وحی لانے والا فرشتہ) ہے جو موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر اللہ کا کلام لے کر نازل ہوتا تھا۔ کاش، میں آپؐ کے زمانۂ نبوت میں قوی جوان ہوتا! کاش میں اس وقت زندہ رہوں جب آپؐ کی قوم آپؐ کو نکالے گی!" رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا "کیا لوگ مجھے نکال دیں گے؟" ورقہؓ نے کہا "ہاں، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص وہ چیز لے کر آیا ہو جو آپؐ لائے ہیں اور اس سے دشمنی نہ کی گئی ہو۔ اگر میں نے آپؐ کا وہ زمانہ پایا تو میں آپؐ کی پرزور مدد کروں گا" مگر زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ورقہؓ کا انتقال ہو گیا۔

یوں ورقہؓ کی تصدیق سے سیّدہ خدیجہؓ نے اطمینان حاصل کیا اور آپؐ پر ایمان لے آئیں۔ گھر واپس تشریف لانے کے بعد نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز سکھانے کے لیے آپؓ کو لے کر غارِ حرا کے نواح میں اُسی جگہ لے آئے جہاں آپؐ نے جبریل امین کی امامت میں نماز ادا کرنی سیکھی تھی، وہاں پانی ابھی موجود تھا، آپؐ نے خدیجہؓ کو وضو کرنا سکھایا اور پھر اُس خاتونِ اوّلؓ نے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امامت میں دو رکعت نماز ادا کی۔ پہلے یہ صرف آپؐ کی بیوی تھیں، رفتہ رفتہ آپؐ کے اخلاقِ کریمانہ اور اوصاف حمیدہ کی بنا پر نبوت سے قبل ہی آپ کی گرویدہ اور عقیدت مند بنیں، مگر اب تو آپؐ کی متبع اور فرماں بردار اِس حیثیت میں بن گئیں کہ آپؐ اللہ کے رسول اور یہ اس زمین پر اُس کی گواہی دینے والی انسانوں میں پہلی شخصیت، پہلی خاتون، پہلا ساتھی، پہلا حواری، پہلا جاں نثار مسلم فرد!

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گھرانے کا قبولِ اسلام، پہلا اسلامی خاندان

شروع میں دو اوقات، صبح و شام کی دوگانہ نمازیں فرض ہوئیں [پانچ نمازوں کا حکم تو سالوں بعد معراج کے موقع پر ملا]۔ نماز ادا کرنے کے بعد دونوں مبارک میاں بیوی زمین کے اوپر امتِ محمدی کا پہلا جوڑا واپس اپنے گھر آ گیا۔ شام کی نماز میں یا دوسرے دن کی کسی نماز میں علیؓ نے اپنے بھائی بھابھی کو ایک نئے طریقے پر عبادت ادا کرتے دیکھا تو ٹھٹھک گئے، یہ کیسا طریقہ ہے؟ کبھی رکوع میں جھک

گئے، کبھی پیشانی اور ناک زمین پر ٹیک دی اور وہ بھی بیت اللہ کے رخ پر نہیں کسی اور رخ پر! آپ دونوں جب نماز سے فارغ ہوئے تو علیؓ نے اپنے بھائی سے دریافت کہ یہ سب کیا ہے؟ آپؐ نے اُنھیں بتایا کہ میں خالقِ کائنات کا اس زمین پر نمایندہ مقرر کیا گیا ہوں اور مجھے بتوں کی گندگی سے دور رہنے کا حکم ملا ہے اور یہ نماز اُس کی جناب میں بندگی بجالانے کا طریقہ ہے جو مجھے سکھایا گیا ہے یہ بتانے کے ساتھ ہی آپؐ نے علیؓ کو دعوت دی کہ وہ بھی اس بات کو قبول کرلیں۔ علیؓ نے آپؐ کی بات پر توقف کیا اور کہا کہ میں اپنے والد ابو طالب سے دریافت کرلوں۔ نبی ﷺ نے آپؐ کو غور کرنے کی دعوت دی مگر کہا کہ چچا کو نہ بتانا کہ آپؐ کسی حکمت کی بنا پر ابھی اس بات کو کچھ زیادہ افشا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ دوسرے روز یعنی غالباً ۲۳ رمضان کو علیؓ نے آپؐ کو بتایا کہ وہ آپؐ پر ایمان لانے کے لیے تیار ہیں، آپؐ نے چچا سے پوچھنے والی بات کی بابت پوچھا تو علیؓ نے بتایا کہ میں غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ اللہ نے مجھے پیدا کرتے وقت ابّا سے مشورہ نہیں کیا تھا سو اب اُسی اپنے خالق پر ایمان لانے کے لیے میں کیوں کسی سے مشورہ کروں!!!

یقین سے نہیں معلوم کہ کون پہلے اور کون بعد میں اور کس تاریخ کو مگر یقیناً انھی دو دِنوں میں آپؐ کے گھر کے دیگر افراد جن میں آپؐ کی بیٹیاں زینب، رُقیہ، اُم کلثوم رضی اللہ عنھن اور آپؐ کے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہؓ بھی ایمان سے مشرف ہوگئے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بلا توقف قبولِ اسلام:

۲۳ رمضان کو حکیم بن حزام کی لونڈی نے جو کسی کام سے خانوادہ نبوت میں آئی تھی اس طریقِ عبادت اور اللہ واحد کی بندگی اور بتوں کی گندگی کے فلسفے سے آگاہ ہوگئی، اُس نے یہ بات حکیم بن حزام کو بتائی جہاں اُس کے اور نبی ﷺ کے مشترکہ رفیق جنابِ عتیق، ابو بکرؓ بھی اُس وقت موجود تھے وہ یہ سنتے ہی اس بات کی تصدیق کے لیے کہ لونڈی جو کچھ کہہ رہی ہے کیا سچ ہے نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے اور جوں ہی یہ بات معلوم ہوگئی کہ آپؐ نے اپنے لیے اللہ کے رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو بلا کسی توقف اور تردد کے ایمان لانے کا اعلان کردیا۔ اس موقع پر آپؐ کو تصدیق کے لیے کسی غور و فکر کی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ وہ آپؐ کے رفیق خاص تھے اور جانتے تھے کہ آپؐ صادق و امین ہیں۔ ابو بکرؓ کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی کو میں نے ایمان کی دعوت

دی اُس نے ضرور اُس پر توقف کیا سوائے ابو بکرؓ کے۔ ابو بکرؓ ایمان لانے کے بعد اسلام کے سب سے بڑے مبلغ بن گئے، ابو بکرؓ، نبی ﷺ کے لیے مثل ہارون بنے، آج مسلم عوام یہ جانتے ہیں کہ آپؓ ہجرت کے رفیق ہیں اور یارِ غار ہیں، معراج کی تصدیق میں سبقت کرنے والے، اپنا مال اللہ کی راہ میں لٹانے والے، بلالؓ کو آزاد کرانے والے، نبی ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں آپؓ کے مصلّے پر کھڑے ہو کر امامت کرانے والے ہیں مگر کم لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ مکہ میں نبی ﷺ کے بعد دینِ اسلام کے سب سے بڑے مبلغ اعظم آپؓ تھے۔ آپؓ کی صاحبِ جاہ و وقار عظیم شخصیت نے اپنے حلقہ احباب میں سے مکہ کی اعلیٰ پائے کی شخصیتوں کو اسلام کی جانب کھینچا، عشرہ مبشرہ میں شامل دس افراد جن کو زندگی میں جنت کی بشارت ملی اُن میں سے چھ آپؓ کی وساطت سے اسلام تک پہنچے [ابو بکرؓ کو ملا کر ان دس میں سے سات]۔ آپؓ کے ایمان لاتے ہی آپؓ کے بیٹے عبداللہؓ اور بیٹی اسمأؓ نے بھی اسلام قبول کر لیا[۳۰]، یوں نبی ﷺ کے گھرانے کے بعد سیّدنا ابو بکرؓ کا گھرانہ دوسرا مسلم گھرانہ بن گیا۔

فترۃ الوحی اور پھر وحی کا نزول:

اغلباً ۲۴ رمضان کو (واللہ اعلم) آپؐ اپنا اعتکاف مکمل کرنے واپس غارِ حرا میں تشریف لے گئے، گھر میں قیام کے دوران بھی آپ فرشتے کی دوبارہ آمد کے منتظر رہے ہوں گے مگر غار میں پہنچ کر آپؐ کا انتظار کا پیمانہ لبریز ہونے لگا اور آپ شدت سے وحی کا انتظار کرنے لگے اور اُس کے فراق میں بے چین رہے، ان دس دنوں، جن میں وحی نہیں آئی[۳۱] اور آپ شدت سے منتظر رہے "فترۃ الوحی" (یعنی بندشِ وحی) کا زمانہ[۳۲] کہتے ہیں۔ یہ انتظار اعتکاف کی پوری مدت میں اُس وقت تک جاری رہا جب آپؐ

۳۰ ابو بکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن بعد میں ایمان لائے، حالتِ کفر میں قریش کے ہم راہ بدر اور اُحد میں شریک تھے، عائشہؓ کی پیدائش بعد کی ہے۔ آپ کی بیوی بھی بعد میں ایمان لائیں۔

۳۱ فترۃ الوحی کی مدت بعض اصحاب نے ڈھائی تین سالوں پر محیط جانی ہے یہ بات ناقابلِ فہم ہے۔ (دیکھیے الرحیق المختوم صفحہ ۱۰۱)

۳۲ بخاری باب التعبیر میں ہے کہ "چند روز تک جب وحی رک گئی تو آنحضرت ﷺ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتے تھے کہ آپ اپنے آپ کو گرا دیں۔ دفعتاً جبریلؑ نظر آتے تھے اور کہتے تھے 'اے محمد ﷺ تم واقعی اللہ کے پیغمبر ہو۔' اس وقت آپ کو اس سے تسکین ہو جاتی تھی لیکن جب پھر کچھ دنوں کے لیے رک جاتی تھی تو پھر آپؐ کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرا دینا چاہتے تھے اور جبریلؑ نمایاں ہو کر تسکین دیتے کہ 'آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔" ایک عظیم المرتبت اور مضبوط سیرت کے انسانِ اعظم ﷺ سے پریشانی کے موقع پر بخاری میں

یکم شوال (یہ ۲۰ اگست ۶۱۰ عیسوی کی بات ہے) کو واپس گھر آرہے تھے، اور جبریل امین دوسری وحی لے کر حاضر تھے۔ آپؐ نے آسمان کی جانب دیکھا تو آپ نے جبریل امین کو سارے آسمان پر چھایا ہوا پایا، آپ یکایک جبریل علیہ السلام کو آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھے دیکھ کر ہیبت زدہ ہو گئے اور سہم گئے، جلدی جلدی گھر آئے اور کہا زملونی زملونی مجھے اُڑھا دو، مجھے اُڑھادو، آپؐ کو کمبل اڑھا دیا گیا تو اللہ رب العالمین کا کلام آپؐ پر نازل ہونا شروع ہو گیا، جبریلِ امین آپؐ کے قلبِ مبارک پر سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّر کی ابتدائی سات آیات القا کر رہے تھے۔

۲: سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّر [۷۴—۳۰:عَمَّ]

[نزولی اعتبار سے دوسری، مصحف میں ۷۴ویں نمبر پر، ۳۰ ویں پارے عَمَّ میں درج سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّر کی پہلی سات آیات]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الۡمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾

قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ۪ۙ﴿۲﴾

وَ رَبَّکَ فَکَبِّرۡ ۪ۙ﴿۳﴾

وَ ثِیَابَکَ فَطَہِّرۡ ۪ۙ﴿۴﴾

وَ الرُّجۡزَ فَاہۡجُرۡ ۪ۙ﴿۵﴾

وَ لَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَکۡثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾

وَ لِرَبِّکَ فَاصۡبِرۡ ؕ﴿۷﴾

جن کا اردو میں توضیحی مفہوم یہ ہے:

اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹ جانے والے ہمارے رسول

مذکور رویے پر شبلی نعمانیؒ تبصرہ کرتے ہیں کہ "ایک مرتبہ تسکین ہو کر بھی بار بار جبریلؑ کو اطمینان دلانے کی ضرورت ہوتی تھی؟ کیا اور کسی پیغمبر کو بھی ابتدائے وحی میں کبھی شک ہوا تھا؟...... ہم کو پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ خود اصل روایت بہ سند مرفوع متصل ہے یا نہیں؟ یہ روایت امام زہری کے بلاغات میں سے ہے یعنی سند کا سلسلہ زہری تک ختم ہو جاتا ہے اور آگے نہیں بڑھتا۔ چناں چہ شارحینِ بخاری نے تصریح کر دی ہے کہ ایسے عظیم واقعہ کے لیے سند مقطوع کافی نہیں۔ (سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ ۱۴۴)

اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے کے دن پورے ہو گئے،

اُٹھیے اور خبر دار کیجیے اپنی قوم کو

جھوٹے معبودوں کے مقابلے میں اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کریں۔

[وہ حلیہ اختیار نہ کیجیے جو انتر منتر چھو منتر کرنے والے جادو گر کرتے ہیں]

بلکہ آپ اپنے کپڑے پاک رکھیں اور گندگی سے دُور رہیں

اے نبی! آپ کی یہ ساری تبلیغ اور نیکیاں لوگوں سے کچھ حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ تمھارا اجر تو بس ایک اللہ کے پاس ہے

اور اے نبی! اب تو آپ کو اس راہِ تبلیغ میں آنے والی مصیبتوں پر اپنے رب کی خاطر صبر کرنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔

آنے والے ساڑھے بائیس برسوں پر محیط وقت نے بتایا کہ کس طرح اس عظیم المرتبت انسان ﷺ نے ان آیات پر عمل کر کے دکھایا۔

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی اِبراھیم وعلی آل اِبراھیم اِنك حمید مجید

اللھم بارك علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی اِبراھیم وعلی آل اِبراھیم انك حمید مجید۔

☆☆☆☆☆